بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اشارات ذرا مختلف مبحث پر لکھ چکا تھا کہ ملک کے سربراہ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جناب ضیاء الحق کا بیان (پریس کانفرنس منعقدہ یکم جنوری ۱۹۷۹ء بمقام اسلام آباد) پردۂ سماعت پر مرتعش ہوا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پوری قوم کے لیے یہ سالِ نو کا تحفہ ہے اور جناب ضیاء الحق کے الفاظ میں سال ۱۹۷۸ء اسلامی نظام کا سال ہے۔ پہلے سالِ اقبال، پھر یوم قائد اعظم، اور بعد ازاں اسلامی نظام کا سال بہت مبارک ترتیب ہے۔ آج پہلی بار ملت کی تمناؤں کا قدم قراردادِ مقاصد (۱۲۔ مارچ ۱۹۴۹ء) سے واضح طور پر آگے بڑھا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے اجتماعی وجود کے ان بے شمار زخموں پر مرہم رکھا گیا ہے جو نفاق زدہ منحرفین اسلام نے ہر اہم مرحلہ پر اسلام کے نغمے الاپ الاپ کر ہمیں پہنچائے ہیں۔ ہمیشہ اپنے ہی رہنماؤں کے ہاتھوں لٹتے رہنے والے قافلے کو پیشرو قوت کی طرف سے پہلی بار خلوص و دیانت کا امید افزا تجربہ ہوا ہے۔

میں اس موقع پر سربراہ مملکت اور پوری قوم کو اور خصوصاً ترجمان القرآن کے قارئین کو مبارکباد کہتا ہوں، اور یہ مبارکباد اس دعا کا خلاصہ ہے کہ خداوند کریم آغاز شدہ سال کو ہمارے لیے باعث برکات بنائے اور قافلۂ نظام اسلامی تیز رفتاری سے جادہ پیمائی کرے، ہونے والے کام ایسے خلوص و بصیرت سے انجام پائیں کہ قرآنی تہذیب کے حقیقی برگ و بار ہمارے دامنِ مقدر میں پہنچیں، نیز مانعین و محرّفین کی شرارتیں اور مزاحمتیں اور باہر کی اسلام دشمن قوتوں کی سازشیں غبار راہ بن کر پریشان ہو جائیں۔ جس خدا نے پاکستان کو وجود دیا وہ جبر و استبداد اور خباثت و خیانت اور مکر و کید کے علمبرداروں کی پیدا کردہ آفات

سے اہل پاکستان کو بچا نکالے، اسلام دشمن نظریات و تحریکات کی منحوس پرچھائیوں سے ہمارے افکار و اعمال کو آزاد کرائے، دَورِ رفتہ جس اقتصادی خستہ حالی کے گڑھے کے کنارے پر سات کروڑ عوام کو کھڑا کر گیا ہے، اس کو پاٹ کر ہمیں سلامتی سے آگے بڑھنے کا موقع دے اور اس مملکت کے امراء کو زر پرستی اور عیش مستی سے اور اس کے اسی فیصد غریبوں کو افلاس، بیکاری، بیماری، جہالت، ذلت، جرائم، مایوسی، خوف، اخلاقی زوال اور سماجی جمود کی بلاؤں کے پنجوں سے چھڑائے۔ اس سرزمین پر حکومت، انتظامیہ، دینی حلقوں اور سیاسی جماعتوں کو مل جل کر ایسا ماحول بنانے کی توفیق دے جس میں بھلائیاں آسانی سے نشو و نما پائیں، اور برائیاں مرجھا کے رہ جائیں۔ وہی صاحب عرشِ عظیم علماء کو مذہبی فرقہ آرائی سے، سیاسی اکابر کو صوبائی لسانی اور نسلی عصبیتوں سے، اہل کاروبار کو منافع پرستی سے، صنعت کو سرمایہ و محنت کی طبقاتی آویزش سے، اور زراعت کاروں کو زمیندار اور مضارع کی نزاع سے نجات دلائے۔ اس کے کرم خاص سے علم و تحقیق میں، پیداوار و دولت میں اور دفاعی قوت میں تیزی سے اضافہ ہو۔ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم میں سے ہر فرد اپنا اپنا کام اس شعور کے ساتھ انجام دے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت میں ملنے والے مقدس مشن کا ایک کارکن ہے اور وہ ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے حق کی شہادت دینے والا نقیب اور باطل کے خلاف جہاد کرنے والا ایک سپاہی ہے۔ اس کی بہترین توجہات اسی نصب العین پر مرتکز ہوں۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ثانوی ہے۔

بارالٰہا! جو کچھ انفرادی اور اجتماعی قصور ہم سے اب تک ہوئے ہیں اُن سے درگذر فرما اور اب جب کہ پوری قوم کی طرف سے نیر سے راستے پر چلنے کا اعلان و اقرار ہو رہا ہے، تو بہ تائیدِ خاص اس اقرار و اعلان کو جامۂ عمل پہنانے کی توفیق بھی ہمیں دے۔ تو ہمارے سامنے سلامتی کی تمام راہوں کو روشن اور واضح فرما دے، اور ان پر بغیر کسی کوتاہیٔ فہم اور خرابیٔ عمل کے، سفرِ فرض طے کرنے میں خصوصی مدد فرما! رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

اے نور السمٰوات والارض، پاکستان کو اقامت دین کی راہ میں جو مقام اولیت تو نے ہمیں مادیت کے اس تاریک دَور میں عطا کیا ہے، اس پر تیرا شکر ادا کرتے ہوئے ہم تمنائی ہیں کہ اس رتبۂ سعادت کا حق ادا کرنے کے لیے ہمیں شایانِ شان صلاحیتیں بھی دے اور ہمارے بچے بچے کو اخلاص سے سرشار اور سرگرم عمل

بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

یکم جنوری سے سال شمسی کا جو مبارک آغاز ہوا ہے، اس کے زیر اثر ہم خداوند قدوس و قدیر سے پورے عالم اسلام کے لیے فلاح و سعادت کی تمنا کرتے ہیں۔

اے تقدیر ساز ہر ذرۂ کائنات، ہمارے عرب بھائیوں کو اسرائیل کی چیرہ دستیوں سے تحفظ دلا، مسئلہ فلسطین کا بہترین منصفانہ حل پیدا کر دے تاکہ تباہ شدہ اہل فلسطین کو اُن کے حقوق واپس ملیں اور عربوں کے مقبوضہ علاقے واگذار ہوں، اور بیت المقدس پر مسلمانوں کی تولیت اور نظامت حسب سابق قائم ہو، الخلیل توہین کرنے والوں کی گرفت سے نکلے، دریائے اُردن کے مغربی کنارے پر یہود کی جو نئی بستیاں ایک شرپسندانہ منصوبے سے بسائی گئی ہیں، وہ حرف غلط کی طرح لوح خطہ سے مٹ جائیں ــــ اور ان مقاصد کے حصول تک (اور اس کے بعد بھی) عرب حکمران اور ان کے عوام اتحاد کی ایک مضبوط دیوار بنے رہیں اور حال ہی میں اس دیوار میں جو دراڑیں آئی ہیں، وہ پٹ جائیں۔

اے ہر ذی روح کی پیشانی کے بالوں پر گرفت رکھنے والے فرمانروا! ایتھوپیا (حبشہ) کے مظالم سے اریٹریا اور صومالیہ کے مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ قبرص کے ترکوں کا سالہا سال سے ستم ڈھانے والے یونانیوں کی چالوں سے مستقل طور سے بچاؤ کر دے۔ فلپائنی مسلمان جس طویل المیعاد عقوبت سے گذر رہے ہیں اس سے انھیں نکال کر انھیں ایک آزاد خطہ عطا فرما۔

اے کارساز ملت حق! تو مسلمانان عالم کو توفیق دے کہ اُن کی ہر مملکت میں اقامت دین کا آغاز ہو جائے اور وہ سب ایک مشترک اسلامی منشور پر جمع ہو کر اُسے جامۂ عمل پہنانے کے لیے دوش بدوش اقدام کریں ــ عالم اسلام کے ہر خطے کو بیرونی نظریات فاسدہ اور علوم باطلہ اور ثقافت جاہلیہ کے غیر محسوس لشکروں کے حملے کے مقابلے میں اپنی پناہ مہیا فرما، نیز فکری و علمی، سیاسی و معاشی اور اخلاقی و ثقافتی دائروں میں مسلمانوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ ایمان و شعور کے ساتھ غیر اسلامی عوامل کے خلاف معرکۂ جہاد برپا کریں۔ اور مادہ پرستانہ تہذیب کے تمام اصول و اقدار کا سر کچل ڈالیں۔ تیری عنایت خاص ہو تو پندرھویں صدی ہجری کے آغاز تک کرۂ ارضی کے تمام مسلمان مل کر اس قابل ہو جائیں کہ وہ دنیائے انسانیت کو فسق و فساد سے نکال کر فلاح و سلامتی کے مقام تک لانے کے لیے شہداء علی الناس بن کر کھڑے ہو سکیں۔

ایک نئی آواز مشرق و مغرب میں گونج اُٹھے، نئے مبحث چھڑیں۔ نئے علم لہرائیں، نئی شمعیں روشن ہوں۔ نیا نظام قائم ہو۔ نئی دنیا بنے اور نیا انسان ظہور پذیر ہو۔

اے تاریخ انسانی کے کارفرما! اے وقت کو گردش دینے والے! اے خیر و شر اور زوال و کمال کے ادوار کو بدلنے والے! موجودہ لادینی مادہ پرستانہ دَور کا خاتمہ فرما جس نے نوعِ انسانی کو وطنوں اور نسلوں اور طبقوں میں بانٹ دیا ہے۔ جس نے انسان کو حیوانیت کے مقام پر لا گرایا ہے، جس نے دنیا بھر کو خوف اور مایوسی اور پریشانی اور اضطراب اور تصادموں سے بھر دیا ہے، جس نے سائنس کے مہیا کردہ اسبابِ خدمت کو ہلاکت اور بیماری اور اعصابی اضمحلال کے ذرائع میں بدل دیا ہے، جس نے عورت کو آزادی و ترقی کے نعروں سے مسحور کر کے مردوں کی ہوس کا شکار بننے کے لیے رندانہ ثقافت کے رنگین غلاظت خانوں میں عریاں کھڑا کر دیا ہے۔

الٰہ العلمین ـــــ خالق انسانیت! ربِ اقوام و ملل! اس عالمگیر دَورِ تہذیب کے جہنم سے اولادِ آدم کو بچا نکال! آمین۔

سربراہِ مملکت کے مبارک اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے، یہ کہنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ یہ موقع ایسا تھا کہ دو ایک اور ضروری امور کے متعلق بھی قولِ فیصل سامنے آجاتا۔

نظامِ تعلیم کو تبدیل کرنے کا عزم تو پہلے ہی ظاہر کیا جا چکا ہے، اور اس مقصد کے لیے نامور ماہرین کی ایک وسیع کانفرنس منعقد کرا کے تفصیلی کام کمیٹیوں کے سپرد ہو چکا ہے (اور غالباً اب تک اُن کی طرف سے رپورٹیں مرتب ہو کر آ بھی گئی ہوں گی)۔ بایں ہمہ کچھ فوری نمایاں اقدامات جلد تر عمل میں لانے کے لیے اعلاناتِ جنوری (۱۹۷۸ء) ہی میں یہ بات کہہ دی جاتی تو اس کا خاص اثر ہوتا۔ مثلاً اتنا فیصلہ تو بہ آسانی سُنایا جا سکتا ہے کہ قرآن کی تعلیم پورے درسی نظام میں از اوّل تا آخر اس نئے مفہوم میں لازم ہو گی کہ گریجوایشن حاصل کرنے والے طلبہ قرآن کا اچھا خاصا تفسیری علم حاصل کر سکیں[1]۔

---

[1] قرآن کو بہ حیثیت مستقل مضمون، یا "اسلامی حکمتِ حیات" کے وسیع تر نصاب کے ایک اہم جزو یا ترکیبی کی حیثیت سے تو لیا جانا ہی چاہیے ـ لیکن اس کے علاوہ یہ ضروری ہو کہ جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ، نفسیات، علم الاخلاق، علمِ تعلیم، (باقی بر صفحہ ۶)

تبدیلی کو محسوس شکل دینے کے لیے نہایت مناسب ہوتا کہ تعلیمی سال ۱۹۷۸ء کے آغاز سے پچھلے سال کے وعدے کے مطابق جامعۂ خواتین کے عملی قیام کا دو ٹوک اعلان کر دیا جاتا۔

اسی طرح اُردو زبان بھی خاص توجہ چاہتی تھی۔ تعلیمی کانفرنس اور اس کی کمیٹیوں کا کام اپنی جگہ، اس اہم مسئلے پر سربراہِ مملکت کا اعلان بڑی اہمیت رکھتا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قائداعظم کی تاکیدوں، تحریکِ پاکستان کے مواعید و اعلانات اور قوم کے ذہین عناصر کے بار بار کے مطالبوں کے باوجود تیس برس میں یہ کام نہ ہو سکا، اور آخر اب دیر کی وجہ کیا ہے جب کہ محترم جسٹس انوار الحق پہلے ہی اعلان کر چکے ہیں کہ عدلیہ کارروائیوں کی زبان کے طور پر اُردو کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ پھر نظامِ تعلیم اور دفتری نظام اور کاروباری دنیا کو کونسی معذوری لاحق ہے کہ ان حلقوں میں اُردو زبان کو جاری نہ کیا جا سکے۔[1]

درسگاہوں میں آخری مرحلے تک ذریعہ تعلیم اُردو ہونا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ ایف۔اے سے اُوپر بعض طلبہ کو انگریزی میں بھی امتحان دینے کی سہولتیں دی جا سکتی ہیں۔ سوائے اس کے کچھ طلبہ استثنیٰ کے لیے درخواست دے کر اجازت لیں، ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کے تھیسس اُردو ہی میں لکھے جانے چاہییں۔ مگر یہ استثنیٰ چند سال کی عبوری مدت کے لیے ہونا چاہیے۔ نصابیات کی انگریزی کتابوں کے لیے ۲ سال کی مدت ترجمے تیار اور شائع کرانے کے لیے کافی ہے۔ آخر یہ کام عثمانیہ یونیورسٹی بھی کر چکی ہے اور کراچی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) قانون، مدنیات، اقتصادیات اور سائنس (بیالوجی، فزیالوجی، جیالوجی، کیمسٹری، علم نباتات و حیوانات۔ علم طبقات الارض، علم کائنات و اجرام فلکی و فضا وغیرہ سبھی اس میں شامل ہیں)۔ اور دوسرے جو علوم بھی ہمارے ہاں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان سے متعلق قرآن کی آیات تفسیر و تبیین کے ساتھ مرتب کر کے ہر مضمون کے ساتھ اضافی قرآنی کورس شامل کر دیا جائے۔ تب جا کر ہم یہ کہنے کے قابل ہو سکیں گے کہ ہماری یونیورسٹیوں میں قرآن کو مرکزی اہمیت دے کر پڑھایا جا رہا ہے۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) دفتری نظام کی بیماری صرف یہ ہے کہ اس کے انگریزیت زدہ افسران اور اہل کار کی پوزیشن اُردو کے آتے ہی خراب ہو جائے گی۔ ان کے ماتحت جو انگریزی میں اُن سے دبتے ہیں، اردو میں فوقیت رکھتے ہیں اور افسران کو اپنے ماتحتوں کا شرمندۂ احسان ہونا پڑے گا۔

میں انجمن ترقی اُردو کے کالج میں بھی یہ تجربہ کامیاب رہا ہے۔ ؎

کہ مرداں پیش ازیں بودند و ہستند

ایک معاملہ متعلق قادیانیوں کا بھی ہے۔ دستوری فیصلہ ہو چکا، مگر اس کے تقاضے قانونی پیرائے میں بھی تو سامنے آنے چاہئیں۔ بعد ازاں انتظامی لحاظ سے جو کارروائیاں ہونی چاہئیں وہ عمل میں لانے کی ضرورت ہوگی۔ جن لوگوں کا ماضی میں قادیانی ہونا مشہور رہا ہے اور جن اشخاص کے متعلق سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں اپنی قادیانیت کو مخفی رکھنے کا شبہ کیا جاتا ہے (اور وہ ربوہ اور قادیانی حلقوں اور لٹریچر سے تعلق رکھتے ہیں) ان سے ایک مناسب حلف نامے پہ دستخط لے کر معلوم کرنا چاہیے کہ وہ مسلمان ہیں یا قادیانی۔ یہ کام التوائے مسلسل میں پڑا ہوا ہے۔ اس طرح کے اصولی اقدام اور متعلق معاملات بسا اوقات بہت معرضِ التوا میں پڑتے ہیں۔

ایک بڑا قضیہ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ادارات کی اصلاح ہے۔ ان اہم ترین قومی ذرائع ابلاغ پر جن ذہین و زیرک اصحاب کا پرانا قبضہ ہے، ان میں مخالفِ اسلام نظریات کے قائل اور خالص ملحد تک موجود ہیں، ان میں مغرب پرست سیکولرسٹ بھی شامل ہیں، ان میں نرے مفاد پرست اور تنخواہ پرست قسم کے افراد بھی ہیں۔ ان میں عریانی و فحاشی پھیلانے کے مشن کی خدمت کرنے والے جنسی مریض بھی ہیں، نیز سابق قیادت کے خیر اندیش بھی اپنی اپنی جگہوں پر جمے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے ملغوبہ اسٹاف کو لے کر اسلامی اصول و اقدار کے فروغ کی مہم کو مشکل ہی سے کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ اگر ظاہرو باہر قسم کے پروگراموں میں چاشنا چار اسلام کا پیغام دینے بھی ہیں تو ساتھ ہی دانشورانہ پروگراموں میں خاصی نشتر زنی بھی کر جاتے ہیں۔ جبھی تو ٹیلی وژن میں دوپٹہ سروں کے چوتھے حصے سے آگے قدم نہیں بڑھا سکا، نیز مستقل عملے سے باہر کی جو خواتین مکالموں، گانوں اور ڈراموں میں جلوہ فرما ہوتی ہیں وہ گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر کے کھلے سر، کھلے سینہ اور کھلے بالوں اپنی فتنہ سامانیوں سے دیکھنے والوں کو نوازتی ہیں۔

دوسرا بگاڑ یہاں یہ کام کر رہا ہے کہ کچھ اجارہ دار قسم کے لوگ بار بار پروگراموں میں آتے ہیں، کچھ وہ ہیں جن کو برائے "وزنِ بیت" تھوڑا بہت موقع ملتا رہتا ہے، اور تیسری صنف ایسے علماء، ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی ہے جن کے لیے ریڈیو، ٹیلی وژن کے دروازے خالص سیاسی وجوہ سے بند ہیں۔

ستم یہ کہ یہ دَور جو سیاسی تعصبات سے بالاتر ہے اور چاہا جا رہا ہے کہ قوم کے ہر طبقے کی بہترین صلاحیتوں (TALENTS) کو روبعمل لایا جائے، اس میں بھی پچھلے دَورِ حکومت یا اس سے بھی پچھلے ادوار کے معتوبین اسی جگہ ہیں جہاں تھے۔ غلط نظریات رکھنے والوں کی تو ٹھیکہ داریاں چل رہی ہیں اور صحیح نظریات اور کردار رکھنے والے بے شمار اشخاص جو آج بہترین پارٹ ادا کر سکتے تھے، اپنے مقامِ خودداری پر خاموش بیٹھے ریڈیو سنتے اور ٹیلی وژن دیکھتے ہیں۔

چاہیے یہ تھا کہ تمام ان شہروں میں جہاں کوئی نشرگاہ ہے، وہاں کے علماء، ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں میں سے ایک ایک دو دو افراد (جو کمیونسٹ یا مغرب پرست یا بھٹوازم کے مسحورین نہ ہوں) پر مشتمل ایسی رضاکارانہ کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو پروگراموں میں شرکت کرنے والے اور نہ کرنے والے اصحابِ علم و شعور کی فہرستوں کو سامنے رکھ کر حکومت اور متعلقہ محکموں کو توجہ دلائیں کہ کیا تبدیلیاں ہونی چاہییں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کمیٹیوں میں پروگراموں پر بھی بحث و تنقید ہوتی اور وہ اپنے تاثرات حکومت اور نشرگاہوں کے ڈائرکٹروں کو بھجوا دیتیں۔ ان رپورٹوں میں واضح کیا جا سکتا ہے کہ کون سے پروگرام غیر جانب دار دانشور حضرات کی نگاہ میں اسلام کے فروغ کے لیے مفید اور کون سے ضرر رساں ہیں۔

نشرگاہوں کی اصلاح کے لیے ایسا کوئی فیصلہ و اعلان یکم جنوری کو ہو جاتا تو بہت مبارک ہوتا۔

اسی طرح اخبارات کا معاملہ ہے۔ ضابطۂ اخلاق کی بات تو ہو گئی مگر اسے نافذ کرنے والی مشینری مہیا نہیں ہو سکی۔ اگر اب اس کا اعلان ہو گیا ہوتا تو بھی اچھا تھا۔

ہونا یہ چاہیے کہ روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں میں سے ہر شہر میں ایک ایک دو دو افراد کو حکومت نامزد کر کے ایک مجلس میں جمع کرتی اور ان سے کہہ دیتی۔ آپ لوگ ضابطۂ اخلاق کی مشینری ہیں۔ ان کا ایک کام تو یہ فرض ہوتا کہ یہ ہر خبر، ہر اداریے، ہر سرخی، ہر کارٹون پر نظر رکھتے اور جب کسی اخبار کی کسی چیز کو غلط محسوس کرتے تو اسے لیٹر (یا نوٹس) جاری کر کے وضاحت طلب کرتے اور اگر وضاحت قابلِ اطمینان نہ ہوتی تو اس کی باقاعدہ تردید یا معافی کے الفاظ شائع کرنے کی ہدایت کرتے۔ اسی مشینری کے سامنے ہر اخبار کسی دوسرے اخبار کے خلاف اور سیاسی اور دینی شخصیت اور حکمران گروہ کے افراد اور عام شہری بھی اپنی شکایات بھیج سکتے، اور نمائندہ مجلس ہر شکایت پر مناسب کارروائی کرتی۔ (باقی بر صفحہ ۴۸)

(بقیہ اشارات)

باتیں اور بھی ہیں، مگر باقی پھر کبھی!

ہماری درخواست ہے کہ ان معاملات کے متعلق سربراہ مملکت اپنی کسی قریبی فرصت میں فیصلہ و اعلان کریں۔ جس حسنِ ظن اور خیر خواہی سے یہ سطور لکھی گئی ہیں، اُمید ہے کہ ان کی قدر کی جائے گی۔

آخر میں دُعا ہے کہ خدا سربراہ مملکت کو اسلام کی خدمت کے لیے مومنانہ بصیرت اور اخلاص اور مجاہدانہ جذبۂ کار عنایت کرے۔ اور وہ ایک لمبے دَورِ فترت کے بعد احیائے نظام اسلامی کے پہلے کامیاب سپاہی ثابت ہوں۔

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودُودی صاحب کا بیان

۲۔جنوری۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودُودی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ "چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاءُ الحق کا یہ اعلان نہایت قابلِ قدر ہے کہ اب اعلیٰ عدالتیں ہر ایسے قانون کو کالعدم قرار دینے کی مجاز ہوں گی جو قرآن و سنّت کے خلاف ہو۔ اس کارِ خیر پر مَیں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مَیں اُن کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ سپریم کورٹ اور ہر ہائی کورٹ کو شرعی احکام کی تحقیق میں مدد دینے کے لیے کم از کم ایک ایک مفتی مقرر کر دیں۔ اس کی ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک ہمارے لاکالجوں سے عربی جاننے والے اور فقہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے والے جج اور وکلاء تیار ہو کر نکلنے نہ شروع ہو جائیں۔